سیّد احمد شہیدؒ کی تحریک کا اثر اردو ادب پر

مولانا محمد عبدالحلیم چشتی

اس مضمون کی پہلی قسط الرحیم بابت فروری اور دوسری قسط الرحیم بابت مارچ میں شائع ہوئی ہے، اس قسط کے ساتھ یہ مضمون ختم ہوتا ہے — مدیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو مہربان ہے رحم والا ہے

الحمد للہ رب العالمین - سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا ہے۔

الرحمٰن الرحیم - بہت مہربان نہایت رحم والا

مالک یوم الدین - مالک انصاف کے دن کا

ایاک نعبد و ایاک نستعین تجھی کو ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں -

اھدنا الصراط المستقیم - چلا ہم کو راہ سیدھی۔

صراط الذین انعمت علیھم - راہ ان کی جن پر تُو نے فضل کیا۔

غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین - نہ ان کی جن پر غصہ ہوا ہے اور نہ بہکنے والوں کی۔

یہ عرضداشت اللہ صاحب نے اپنے بندوں کی زبان سے فرمائی کہ جس وقت جی چاہے اس طرح کہا کریں بعد اس کے آمین کہنا، یعنی عرض ہماری قبول کر، سنت ہے اور یہ لفظ قرآن کا نہیں بالاتفاق

اور نماز میں اس کے ساتھ ایک سورۃ اور ملا دے۔

(فائدہ) پڑھنا سورۂ فاتحہ کا اور ملانا ایک اور سورے کا واجب ہے اور پڑھنا اعوذ اور بسم اللہ کا سنت ہے۔

اور اس مقام پر سورۂ اخلاص یعنی قل ھو اللہ لکھی ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ عوام الناس

نماز میں بیشتر اسی کو پڑھتے ہیں دوسرے یہ کہ توحید اور صمدیت اللہ کی اور بے چونی اور بڑائی اس کی اس سورہ میں باختصار خوب ہے، اس واسطے کہ حکم اس کا اس طرح نازل ہوا۔

قل ھو اللہ احد تو کہ اللہ ایک ہے۔

اللہ الصمد اللہ پاک ہے یعنی کھانا پینا کچھ نہیں۔ صمد اس کو کہتے ہیں جو خود کسی کا محتاج نہ ہو اور اسی کے سب محتاج ہوں۔

لم یلد ولم یولد نہ کسی کا جنا اور نہ کسی سے جنا گیا

ولم یکن لہ کفوا احد اور نہیں اس کے برابر کا کوئی۔

اس عرضداشت کے مضمون کو اس طرح سے سمجھے کہ جیسے کوئی مفلس سے مفلس تونگر سے تونگر بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو کر اپنی عاجزی اور مفلسی اور اس کی تونگری اور بڑائی بیان کرتا ہے اور بڑا امیدوار ہو کر کچھ مانگتا ہے اور جس وقت وہ مفلس عنایت بے نہایت اس بادشاہ عالی جاہ کی معلوم کرتا ہے، بڑی تعظیم سے آرزوئے پابوسی کر کے جھکتا ہے اور کہتا ہے۔

سبحان ربی العظیم پاک ہے میرا صاحب بڑی عظمت والا

(فائدہ) رکوع دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ حضور میں بسبب عظمت کے پیٹھ میری جھک گئی بعد اس تعظیم کے دعا ہے اس طرح پر کہ

سمع اللہ لمن حمدہ سنی اللہ نے اس کی بات جس نے سراہا اسے، بعد دعا کے مدح اور ثنا ہے کہ اسے کھڑا ہو کر کہے۔

ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ویرضی ربنا۔

اے صاحب ہمارے تیری ہی تعریف ہے بہت تعریف پاک جس میں خوبیاں ہیں ایسی تعریف کہ جسے دوست رکھے اور راضی ہو ہمارا صاحب۔

(فائدہ) یہ کھڑا ہونا پیچھے رکوع کے دلالت ہے اس پر کہ اس عاجزی پر میں مستقیم ہوا یہ کھڑا ہونا واجب ہے شبہ والے کو چاہیئے کہ در مختار اور کتابیں مثل کنز اور وقایہ کو دیکھے۔

قول صحیح پر یہ دعا پڑھنی سنت ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اب وقت پابوسی کا ہے سجدہ کیجئے اور کہئے۔

سبحان ربی الاعلیٰ پاک ہے میرا صاحب بہت اونچا۔

رکوع اور سجود میں بقدر ایک تسبیح کے ٹھہرنا فرض ہے اور تین بار تسبیح منقول کہنا سنت ہے لیکن مضمون اس مدح وثنا کا موافق اپنے حوصلے کے سمجھنا بہت ضرور ہے کہ بعد تعظیم کے پھر کھڑا ہونا اور مدح و ثنا کا عرض کرنا اور پورا سنبھل کر زمین پر سر رکھنا سنت ہے۔

فائدہ۔ جاننا چاہیئے کہ رکوع جو مقام بڑی تعظیم کا ہے اس سے بندے کو معلوم ہوا کہ تجھ پر بڑی عنایت صاحب کی ہے جو ایسے مقام مقرر میں بدون طلب اور اجازت کسی نقیب چوبدار کے تجھ کو دخل ہوا اسی واسطے بہت سی تعریف کرتا ہے اور پیشانی اپنی خاک پر برابر بار بار رکھتا ہے۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔

اور جاننا چاہیئے کہ سجدہ مقام نہایت قرب اور ظہور تجلیات جمال بادشاہی کا ہے یہ بندہ مارے ہیبت کے بعضے مضمون جو نہیں کہنے پایا اسی واسطے حکم ہوا کہ ایک دم ٹھہر کر دوسری بار عرض کرے یہ مضمون ہے جلسے کا، جلسے میں یہ الفاظ کہنے نہایت خوب ہیں اور سنت ہیں حدیث صحیح میں آئے ہیں وہ یہ ہیں۔

اللہم اغفر لی وارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی واجبرنی

اے اللہ بخش مجھے اور رحم کر مجھ پر اور راہ بتا مجھے کھانا دے مجھے اور سرفراز کر مجھے اور نقصان میرا دور کر۔

جلسے اور قومے میں سوا ان دو دعاؤں کے اور بھی صحیح حدیثوں میں منقول ہے لیکن حنفی مذہب میں ایسا ثابت ہوا ہے کہ وہ دعائیں اگر نفل نماز کے قومے اور جلسے میں پڑھے تو سنت ہے اس لئے کہ فرض نماز میں ان دعاؤں کا پڑھنا سنت نہیں ہے مگر قومے میں۔ سمع اللہ لمن حمدہ اور اللہم ربنا ولک الحمد۔ فرض نماز میں بھی سنت ہے پھر اللہ اکبر کہہ کر زمین پر سر رکھے اور کہے سبحان ربی الاعلیٰ اور جاننا چاہیئے کہ جس وقت رکوع یا سجدہ کرے اور اللہ اکبر کہے اس اللہ اکبر کے مضمون کو اسی طرح سمجھے کہ ایک بار اول میں سمجھا تھا۔

(فائدہ) جس وقت یہ بندہ عرضداشت اور تعظیم اور عرض حاجات اور تسبیح موافق اپنے حوصلے کے کر چکا تو قابلیت بیٹھنے کی حاصل کی اگرچہ بیٹھنا سامنے ایسے بادشاہ عالیجاہ کے ترک ادب ہے لیکن

مضمون اس کا مثال پر اس طرح سمجھے کہ یہ بیٹھنا روبرو اپنے صاحب کے اس واسطے ہے کہ مثلاً جس وقت صاحب پاؤں اپنا دراز کرے اور یہ بندہ کہ خدمت پاؤں چپی کی اس پر لازم ہے بجا لاوے یا یہ کہ منتظر حکم کا ہے لیکن اس مقام کو بھی عبادت سے خالی نہیں رکھا چاہیے کہ تحفہ درود اور سلام کا اور پڑھنا تشہد کا مقرر ہے اس طرح پر کہ التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ یعنی سب بندگیاں زبان کی اللہ کو ہیں اور سب بندگیاں بدن کی اور سب بندگیاں مال پاک کی سلام تم پر اے نبی اور مہر اللہ کی اور خوبیاں اس کی، سلام ہم پر اور جتنے بندے اللہ کے اچھے ہیں سب پر، گواہ ہوں میں اس بات کا کہ کسی کی بندگی نہیں سوا اللہ کے اور گواہ ہوں میں اس کا کہ محمد بندہ اس کا ہے اور رسول اس کا۔

پڑھنا التحیات کا قعدے پہلے اور دوسرے میں واجب ہے اور بیٹھنا قعدے پچھلے میں بقدر پڑھنے التحیات کے فرض ہے اور مضمون قعدے آخر کا اس طرح سمجھے کہ یہ وقت دربار کے رخصت کا ہے السلام علیک کرکے باہر آیا چاہیے اور السلام علیک اس دربار کے صاحب کا یہ ہے کہ التحیات للہ والصلوات والطیبات۔ بعد اس کے سلام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھے اس طرح کہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور اپنے واسطے اور سب بندوں کے واسطے اس طرح ہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین بعد اس کے تشہد ہے اور تشہد کہتے ہیں گواہی دینے کو وہ یہ ہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ جاننا چاہیے کہ یہ گواہی توحید کی ہے کہ خدا کو ایک جانے اور اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کا بندہ جانے اور رسول اس کا پہچانے اور معلوم کرے کہ ایسے مضمون زبان پر لانے اور دل میں یقین کرنے سے مسلمان ہوا ہے اور نماز فرض ہوئی اور اسی پر ختم ہوئی اور معلوم رکھے کہ جس مضمون پر مدار کسی کام کا ہوتا ہے تکرار اسی مضمون کے اول آخر آیا کرتی ہے اس واسطے پہلے تکبیر تحریمہ سے کہ قصد حاضر ہونے دربار خاص کا کرتے ہیں۔ انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً وما انا من المشرکین پڑھتے ہیں یعنی میں نے منہ کیا اسی طرف کہ جس نے زمین اور آسمان بنائے ایک طرف کا ہو رہا اور میں شریک نہیں کرتا۔

اور اندر نماز کے بھی یہ مضمون بہت ہے جیسے کہ لا الہ غیرک اور ایاک نعبد وایاک نستعین موجود ہے اور جس وقت دربار سے رخصت ہووے تو بھی عہد و پیان کرا ٹھے کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ بعد اس کے درود پڑھے ۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید ۔ الہی رحمت خاص بھیج اوپر محمد کے اور آل محمد کے جیسے رحمت خاص بھیجی تو نے اوپر ابراہیم کے تو ہی ہے سراہا گیا بزرگی والا ۔ اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید ۔ الہی برکت بھیج اوپر محمد کے اور آل محمد کے جیسے کہ برکت بھیجی تو نے اوپر ابراہیم کے اور آل ابراہیم کے تو ہی ہے سراہا گیا بزرگ ۔ اب ادب کے ساتھ نماز سے باہر آنا چاہیئے باہر آنا نماز سے فرض ہے اور تحیہ مسنون نماز سے باہر آنے کا شروع میں یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ منفرد کو چاہیئے کہ وقت سلام کے فرشتوں کراما کاتبین کی جو اس کے دہنے اور بائیں ہیں نیت کرے اور مقتدی جو امام کے پیچھے برابر ہے امام اور دہنی طرف والے مقتدی اور فرشتوں کی نیت کرے اور اسی طرح بائیں طرف کے سلام میں امام اور بائیں مقتدی اور فرشتوں کی نیت کرے اور جو مقتدی کہ امام کے دہنے ہے دہنے سلام میں مقتدی اور فرشتوں کی جو اس سے دہنے ہیں نیت کرے اور بائیں سلام میں امام اور مقتدی اور فرشتوں کی جو اس کے بائیں طرف ہیں نیت کرے اور بائیں سلام میں امام اور مقتدی اور فرشتوں کی اور مقتدی بائیں طرف کے کنارے والا علی ہذا القیاس اس کے بعد ایک دعا پڑھنی سنت ہے ۔

اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام

یا اللہ تو ہی ہے سلام اور تجھی سے ہے سلام اور برکت والا ہے تو اے صاحب بزرگی اور بخشش کے ۔

جاننا چاہیئے جو بندہ پانچ وقت بیچ دربار ایسے پادشاہ عالی جاہ کے بے منت اور احسان کسی دوسرے کے حاضر ہو کے سرفراز ہوا تو پھر لازم ہے کہ جو اپنے مالک کے سامنے اقرار کر آیا اس پر قائم رہے یہ نہیں کہ پانچ وقت پروردگار کے سامنے ایاک نعبد وایاک نستعین کہہ آوے بعد اس کے کسی اور کو پوجے اور وقت مصیبت کے کسی اور کو پکارے اور مدد چاہے اور لازم ہے کہ

جو خدا سے دعا کرے کہ اھدنا الصراط المستقیم تو اس کو تحقیق کرے کہ صراط مستقیم کہ راہ رضامندی حق تبارک تعالیٰ کی ہے کیا ہے اور کمال شفقت سے اس بندے کے واسطے پروردگار نے تین رکعت نماز وتر مقرر فرمائی ہے کہ جس کے ادا کرنے سے بندہ اپنے خالق کے سامنے عزیز ہوتا ہے اور نماز وتر واجب ہے اوپر قول صحیح کے اور دعا قنوت پڑھنا تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے قرأت کے پیچھے واجب ہے وہ دعا یہ ہے۔

اللھم انا نستعینك و نستغفرك و نؤمن بك و نتوكل علیك و نثنی علیك الخیر و نشكرك ولا نكفرك و نخلع و نترك من یفجرك اللھم ایاك نعبد و لك نصلی و نسجد و الیك نسعی و نحفد و نرجو رحمتك و نخشی عذابك ان عذابك بالكفار ملحق۔

اے اللہ ہم مدد چاہتے ہیں تجھ سے اور بخشش چاہتے ہیں ہم تجھ سے، اور ایمان لائے ہیں ہم ساتھ تیرے اور بھروسہ کرتے ہیں ہم اوپر تیرے اور تعریف کرتے ہیں ہم تیری اور شکر کرتے ہیں ہم تیرا اور نہیں انکار کرتے ہم تیرا اور دور کرتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں ہم اس کسی کو جو نافرمانی کرے تیری، اے اللہ تجھی کو پوجتے ہیں ہم اور تیری ہی نماز پڑھتے ہیں ہم اور سجدہ کرتے ہیں ہم اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں ہم اور خدمت کو حاضر ہوتے ہیں ہم اور امید رکھتے ہیں تیری مہربانی کی اور ڈرتے ہیں ہم عذاب تیرے سے مقرر عذاب تیرا منکروں کو لگنے والا ہے۔

اب بندہ مومن کو چاہیئے کہ اپنے دل کی طرف ذرا انصاف سے رجوع کرے کہ یہ سب اقرار جو اس نے حضور کے وقت میں سامنے اپنے مالک کے کرے اور موافق اس اقرار کے عمل میں نہ لاوے پھر روز جزا کے کون سا منہ لگا کے اس غفار کے سامنے جاوے گا۔ ایمان نام فقط اقرار ہی کا نہیں ہے بلکہ اقرار ساتھ یقین کے چاہیئے کہ ثمر اس کا عمل ہے اور عوام جو اس بات سے بے خبر ہیں خواص کو واجب ہے کہ ان کو آگاہ کریں کہ جو منہ سے اقرار کریں اس کو عمل میں لاویں۔

حواشی

۱۶ اما منفعت عامه پس بیانش آنکه چنانکه به تجربه صحیح ثابت شده که بسبب عدالت حکام	لیکن اس کی منفعت عامہ کا بیان جیسا کہ صحیح تجربہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ حکام کی عدالت اہل

ودیانت اہل معاملات وسخا وجود ارباب اموال ونیک نیتی جمہور انام برکات سماویہ مثل نزول باراں بر وقت وکثرت نبات ونفاق مکاسب ومعاملات ودفع بلایا وآفات ونمو اموال وظہور ارباب ہنر وکمال بیش از بیش متحقق می گردد ہمچنیں مثل آں بلکہ صد چنداں از سبب شوکت دین حق وعروج سلاطین متدینین وظہور حکومت ایشاں در اقطار واکناف زمین وقوت عساکر ملت حقہ وانتشار احکام شرع در قری وامصار بہ ظہور می رسد چنانچہ حال ہندوستان را باحال روم وتوران در نزول برکات سماویہ باید سنجید بلکہ حال ہندوستان را دریں جزو زماں کہ سنہ یکہزار ودو صد وسی و سوم است کہ اکثرش دریں ایام دار الحرب گردیدہ بحال ہمیں ولایت کہ پیش ازیں دو صد یا سہ صد سال بودہ در نزول برکات سماویہ وظہور اولیائے عظام وعلمائے کرام قیاس باید کرد۔

صراط مستقیم مطبع ضیائی میرٹھ ۱۲۸۵ھ
ص ۱۰۵ و ۱۰۶

معاملات کی دیانت، مالداروں کی بخشش وسخاوت اور عام لوگوں کی نیک نیتی کے باعث برکات آسمانی جیسے وقت پر بارش نبات کی کثرت، کاروبار کی برکت، وباؤں اور آفتوں کا ٹلنا، مال ودولت کا بڑھنا اہل ہنر اور ارباب کمال کا زیادہ سے زیادہ ظاہر ہونا ہے۔ ایک روشن حقیقت ہے اور اسی طرح دین حق کی شوکت دین دار بادشاہوں کے عروج اور اطراف عالم میں ان کی حکومت کے ظہور اور مذہب حق کے لشکروں کی قوت اور دیہات اور شہروں میں احکام شرع کے پھیلنے کی وجہ سے روئے زمین پر آسمانی برکتیں سو گنا زیادہ ظاہر ہوتی ہیں۔ چنانچہ برکات سماویہ کے نازل ہونے میں ہندوستان کی حالت کا روم اور توران کی حالت کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اس زمانہ ۱۲۳۳ھ میں ہندوستان کی حالت یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ دار الحرب بن چکا ہے ذرا اس حالت سے جو اس ملک کی اس سے دو سو تین سو برس پہلے تھی آسمانی برکتوں کے نازل ہونے اور اولیائے عظام اور علمائے عظام کے ظاہر ہونے سے مقابلہ کرنی چاہیئے۔ حقیقت خود بخود واضح ہو جائے گی۔

یہ کتاب سید شہید، شاہ شہید، مولانا عبدالحئ بڈھانوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی حیات ہی میں سال تصنیف کے پانچ برس بعد ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۲ء میں پہلی مرتبہ شیخ ہدایت اللہ کے مطبع

سے کلکتہ میں شائع ہوئی تھی۔ یہ متوسط تقطیع کے ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اس کی تصحیح نہایت جید علماء نے کی تھی۔ اس سے زیادہ صحیح نسخہ میرے مطالعہ سے نہیں گزرا۔ خاتمۃ الکتاب پر تصحیح کرنے والوں کا نام بھی مذکور ہے۔ دھو ہذا۔

طبع کتاب مستطاب صراط المستقیم پانزدہم محرم سنہ یک ہزار دو صد و سی ہشت ہجری مقدس بتصحیح بندہ عبدالرحیم صفی پوری و محمد علی رام پوری در دارالامارۃ کلکتہ مطبع شیخ ہدایت اللہ صورت اختتام پذیرفت۔

اس نسخہ کے بعد جو نسخے شائع ہوئے ان میں مطبع ضیائی میرٹھ ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸م کا نسخہ بھی نہایت صحیح ہے مگر ان نسخوں پر کتاب کا نام صراط المستقیم کے بجائے صراط مستقیم چھپا ہے حالانکہ کتاب کا اصل نام صراط المستقیم ہے اسی نسخہ میں شاہ صاحب کی یہ عبارت بھی آغاز کتاب ہی میں موجود ہے۔

این کتاب را بصراط المستقیم ملقب نمود۔

پھر بھی سرورق پر صراط المستقیم کے بجائے صراط مستقیم طبع ہوا ہے۔

مطبوعہ کلکتہ ۱۲۳۸ھ والے نسخہ کے بعد جو نسخہ بھی راقم السطور کی نظر سے گزرے ہیں ان میں صراط مستقیم ہی نام دیکھا ہے۔ تعجب ہے یہ غلطی کیونکر شائع ہوگئی۔

۱۷؎ تنبیہ الغافلین پر بحث اوپر گزر چکی ہے یہ سید شہید کی تصنیف نہیں ہے۔

۱۸؎ فارسی میں ہمیں اس موضوع پر دو رسالوں کا علم ہے جن میں سے ایک مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی کا۔ اور دوسرا ان کے بھتیجے شاہ محمد اسمٰعیل شہید کا فارسی میں ہے جن کا ترجمہ اردو میں اب محمد علی خاں بہادر نے تحفۃ المحبین فی اجراء سنۃ سید المرسلین کے نام سے کیا تھا جو پہلے مطبع نظامی کانپور سے اور پھر مطبع محمدی، محمد آباد عرف ٹونک سے ۱۲۹۳ھ میں متوسط تقطیع کے اسی صفحات پر شائع ہوا تھا۔ نواب محمد علی خاں کا بیان ہے۔

مسلمان بھائیوں پر جو دیندار اور پرہیزگار ہیں، ظاہر و باہر ہو کہ اس زمانہ میں جو اکثر لوگوں نے طریقہ شرع متین اور سنت سید خیر المرسلین کو چھوڑ کر بدعت اور ضلالت کی راہ اختیار کی ہے، خصوصاً سنت بیوہ کے نکاح ثانی کی کہ بالکل متروک ہوگئی ہے بلکہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اس کے کرنے کو اپنی جہالت سے کمینہ پن اور عیب جانتے ہیں اور اس کے نہ کرنے کو اپنی عزت اور شرافت

پہچانتے ہیں۔ اگر زنا ہوجاتا ہے تو اس کو عیب نہیں سمجھتے ہیں اور بعضے بسبب خفیف جاننے سنت کے کافر ہوتے ہیں اور دین ایمان اپنا کھوتے ہیں۔

اس سبب سے اس خاکسار نے مقدار امیدوار رحمت کردگار نے واسطے خیر خواہی مومنین اور مومنات کے رسالہ شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی کو اور رسالہ جناب محمد اسمٰعیل شہید ؒ بھی کو زبان ہندی میں ترجمہ کیا اور رسالہ عروس المومنین مولوی محمد قطب الدین خانصاحب محدث دہلوی کا اسی مضمون میں پایا اس کو بھی اس میں ملایا اور نام اس رسالہ کا تحفۃ المحبین فی اجرائِ سنۃ سید المرسلین رکھا اور جس تفسیر یا کتاب سے اور کوئی فائدہ لکھا ہے تو اول اس کے یا آخر نام بھی لکھ دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سعی کو مشکور فرما دے اور اس سے سب مسلمانوں کو نفع پہنچا دے آمین یا رب العالمین۔

(تحفۃ المحبین ص۲ و ۳ یہ رسالہ راقم السطور کے کتب خانہ میں موجود ہے)

کہیں ایسا تو نہیں کہ شاہ شہیدؒ کے اسی رسالہ نکاح بیوگان کو کسی نے سید شہیدؒ سے منسوب کردیا۔ یا مولانا عبدالحیٔ بڈھانویؒ کے استفتا کو جو اسی موضوع پر ہے سید شہید کا رسالہ کہہ دیا گیا ہے اب اس رسالہ کا انتساب بھی سید شہیدؒ سے محتاج تحقیق ہے۔

۱۹ھ ملاحظہ ہو "سید احمد شہید" طبع لاہور ج ۲ ص۴۷۹

۲۰ھ حقیقۃ الصلوٰۃ ص۱۲۵ اس سے معلوم ہوا کہ سید شہیدؒ کی تقریر مذکور کو قلم بند کرنے میں مولانا عبدالحیٔ بڈھانویؒ نے کس درجہ اہتمام کیا کہ جو الفاظ اور جملے سید شہیدؒ کی زبان مبارک سے نکلے انہی کو قید تحریر میں لائے اور ان میں کسی قسم کا ادنیٰ سا تغیر و تبدل بھی روا نہیں رکھا ناشر مولوی بدر علی نے اس خصوصی اہتمام کو بھی بتادیا تاکہ لوگوں کو سید شہیدؒ کی طرف اس کی صحت میں شک و شبہ نہ رہے اور ضابطہ تحریر اور ناشر تقریر کی نسبت اصلاح کا گمان بھی نہ ہو۔

۲۱ھ ملاحظہ ہو مقدمہ کتاب مذکور ص۱ اس مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ نگار کو حقیقۃ الصلوٰۃ کے طبع اول، دوم، سوم، چہارم کا علم نہیں۔

۲۲ھ مطابع لکھنؤ کی تاریخ میں مطبع مصطفائی ابتدائی دور کے مطبعوں میں سے تھا یہ شیشہ آلات کے ایک دولتمند تاجر محمد مصطفےٰ خاں بن محمد روشن خاں حنفی المتوفی سنہ ۱۲۶۹ھ نے قائم کیا تھا۔ مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی لکھتے ہیں:

انہیں دنوں مصطفےٰ خاں شیشہ آلات کے ایک دولت مند تاجر کچھ چھاپنے کے لئے حاجی حرمین کے

پاس لے گئے، اور حاجی صاحب کی زبان سے کوئی ایسا سخت کلمہ نکل گیا کہ مصطفیٰ خاں نے گھر آکے خود اپنا مصطفائی مطبع جاری کردیا جسے غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ موصوف اس دور کے مطابع کی مطبوعہ کتابوں کے متعلق رقمطراز ہیں۔

میرے والد کے حقیقی چچا مولوی احمد صاحب کو سفر اور تجارت کا بڑا شوق تھا اور اس زمانے میں جب کہ لوگ گھر سے باہر قدم نکالتے ڈرتے تھے، انہوں نے حاجی حرمین شریفین کے ایجنٹ کی حیثیت سے رتھوں اور بیل گاڑیوں پر سوار ہوکے اور ہزاروں کتابیں ساتھ لے کے لکھنؤ سے راولپنڈی تک سفر کیا تھا ان کا بیان تھا کہ کتابیں ان دنوں عنقا تھیں، یہاں کی مطبوعہ کتابوں کو دیکھ کے لوگوں کی آنکھیں کھل جاتی تھیں اور پروانہ وار گرتے تھے، لوگوں کے شوق کا یہ عالم تھا کہ ہم جس شہر یا گاؤں میں پہنچتے ہم سے پہلے ہماری خبر پہنچ چکتی اور ہمارا داخلہ عجب شان وشوکت سے ہوتا ادھر ہم کسی بستی میں پہنچتے ادھر خلقت نے گھیر لیا بھیڑ لگ جاتی تھی۔ اور ہم جس کتاب کو جس قیمت پر دیتے لوگ بلا عذر لے کے آنکھوں سے لگاتے شاہی کے آخر دور میں مصطفائی مطبع اپنی چھپائی کے لحاظ سے دنیا میں جواب نہ رکھتا تھا۔ (ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ شائع کردہ گیلانی ڈپو مزنگ لاہور ص۱۲۳) مولانا سید سلیمان ندویؒ نقوش سلیمانی (معارف پریس اعظم گڈھ ۱۹۳۹ء ص۸۷ میں لکھتے ہیں۔

مطبع مصطفائی اپنی صحت وصفائی میں معیار کے بلند درجے پر تھا، علماء اور طلبہ اس کی چھپی ہوئی کتابوں کے قدردان تھے اور اب بھی اس کی چھپی ہوئی کتابیں اہل شوق میں اشرفیوں کے مول خریدی جاتی ہیں۔ اس دور میں مطابع لکھنؤ کو صحت میں سند کا درجہ اس بناء پر حاصل ہوگیا تھا کہ مالک مطابع خود پڑھے لکھے ہوتے تھے اور کارکنان مطبع بھی سب عالم وفاضل انتخاب کئے جاتے تھے۔

چنانچہ خود محمد مصطفیٰ خاں فارسی کے اچھے عالم تھے۔ صفوۃ المصادر جس کا ہمارے بچپن میں بڑا چرچا تھا اور فارسی نوآموزوں کو اس سے استغنا نہیں تھا، انہی کی تصنیف لطیف ہے جیسا کہ اس کے دیباچہ سے عیاں ہے و ہذا۔

می گوید امیدوار مغفرت ایزد منان محمد مصطفیٰ خاں خلف حاجی محمد روشن خاں اذاقہما اللہ حلاوت کمال الایمان کہ چوں خواندن کتب فارسیہ وحصول استعداد ترجمہ عبارات وخطوط نویسی موقوف بردانستن معانی مصادر وقوت اشتقاق صیغہا بود لہذا چند مصادر مشہورہ مع معانی متعارفہ وصرف

X عہد انگریزی سے ۱۰ سال پہلے رجسٹری کیسی ؟ ؟ ؟

الرحیم حیدرآباد ۸۰۸ اپریل ۶۶ء

صغیر متعدی ہر یک بترتیب حروف تہجی بطرز مرغوب در جداول خوش اسلوب جمع نمودہ صفوۃ المصادر نام نہادم صرف کبیر یک مصدر لازم و دیگرے متعدی ہم بطریق نمونہ بیان کردم تا طفلاں را بآسانی تمام بوتے استخراج معانی واشتقاق صیغہا رہبر شود و یادگارے بدست روزگار ازیں خاکسار ماند۔

یہ رسالہ ۱۸۴۷ء سے قبل کی تصنیف ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب موصوف نے یہ کتاب لکھی تو بہت مقبول ہوئی اور دوسرے کسی مطبع والے نے بھی اس کو شائع کردیا۔ محمد مصطفےٰ خاں تاجر تھے تجارتی نقطہ نگاہ سے انہیں یہ گوارا نہ ہوا اور انہوں نے ۱۸۴۷ء میں اس کی رجسٹری کرائی چنانچہ صفوۃ المصادر کا ایک نہایت نادر نسخہ جو اسی مطبع میں ۱۲۶۸ھ میں زیور طبع سے آراستہ ہوا تھا، راقم السطور کے کتب خانہ غریب میں محفوظ ہے اس کے آخری صفحہ پر یہ اعلان بعنوان اشتہار چھپا ہے کہ

ایں کتاب بموجب قانون بستم ۱۸۴۷ء داخل بہی رجسٹری گورنمنٹ گردیدہ بدوں اجازت عاجز کسے قصد طبع نفرماید۔

محمد غوث خاں والی جاورہ سیر محتشم (مطبع سرکاری ریاست جاورہ ۱۶۶۸ھ / ۱۸۵۲ء) صفحہ ۳۸ میں فرماتے ہیں "خیر.... چھاپے خانہ والوں کو دیکھا وہاں بھی ہر شخص معقول منقول میں ذی استعداد ہے اور فصاحت بلاغت میں صاحب ذہن وقاد اور تحریر مضامین پسندیدہ وعبارت برجستہ ثانی ظہوری اور کتابت وخوشنویسی میں نظیر علی وابن مقلہ"

امیدوار رحمت یزداں محمد عبدالرحمٰن بن حاجی محمد روشن خاں مغفور برادران دینی کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ برادر معظم جناب محمد مصطفےٰ خاں مہر ور نے ۱۲۶۸ھ میں چھاپنا قرآن شریف مترجم کا شروع کیا تھا کہ توفیق ایزدی سے حج کا سفر مصمم ٹھہرا۔ ۱۲۶۹ھ میں مکہ معظمہ پہنچے اور راہی خلد بریں ہوئے جنۃ المعلیٰ میں مزار انور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پاس مدفن ہوا۔ یہاں چھپنا قرآن موصوف کا ملتوی رہا، مدت کے بعد ان کے منجھلے صاحبزادے محمد عبدالواحد خاں صاحب کی تکمیل کی نیت ہوئی خاکسار نے ان کے کہنے سے تکمیل پر ہمت باندھی،

مولوی ہادی علی صاحب خوشنویس نے اس کے لکھنے میں بھولا نام یاقوت کا یاد دلایا خواجہ محمد حسین صاحب نے ترجمہ بہت ٹھیک لکھا حسن خط کا رنگ دکھایا، معظمی جناب مولوی الٰہی بخش صاحب نے تصحیح میں مبالغہ

بہت کیا ان کے بیٹے مولوی حافظ محمد احمد صاحب نے اغلاط کی درستی اور حسن صورت میں بڑی شفقت کی اس کے بعد مخدومی حافظ محب اللہ صاحب نے اس کو بنظر غور خوب دیکھا اور مولوی حافظ عبدالغفار اور حافظ محمد حسین اور حافظ آغا مرزا صاحب نے جیسا چاہیئے خوب جانچ کر پڑھا، مکرمی مولوی حافظ عبداللہ بلگرامی نے آٹھویں نظر میں بڑی کد کی۔ جب اتنی نظروں کے بعد چھپ چکا اور مہینے جمادی الاولی ۱۲۸۷ھ مطبع نظامی واقع کانپور میں اہتمام سے خاکسار کے تیار ہوا تو معظمی سابق المدح اور ان کے صاحبزادے موصوف کی پھر نظر اخیر ہوئی۔

حاصل کہ اس کی تصحیح میں دو برس تک خوب محنت ہوئی اور کسی نے امکان بھر کمی نہیں کی، اس کے بعد بھی اگر کسی کے کوئی غلط نظر پڑے، ان سب کو بشر جانے ان کی بھول سے درگذرے بلکہ ان کو اور مجھ کو بدعائے خیر یاد کرے کہ درگذر کرنے والوں کے واسطے بہشت بریں ہے اور شاہد اس پر والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین ہے۔ یہ قرآن مجید مترجم صحت میں تاریخی حیثیت رکھتا ہے، بین السطور ترجمہ شاہ عبدالقادر اور حاشیہ پر تفسیر موضح القرآن چڑھی ہوئی ہے اس کی صحت میں دو برس لگے ہیں۔ اس سے اس مطبع میں صحت کا جو اہتمام تھا وہ عیاں ہے تقطیع اگرچہ کلاں ہے لیکن کاغذ سفید اور ہلکا استعمال کیا گیا ہے، حجم بڑھ جانے کے باوجود وزن محسوس نہیں ہوتا پھر قلم ایسا مناسب انتخاب کیا گیا ہے کہ ہر عمر کا آدمی اس کو بآسانی پڑھ سکتا ہے۔ میرے والد ماجد منشی محمد عبدالرحیم خاطر خطاط المتوفی ۱۳۴۷ھ اسی میں تلاوت فرماتے تھے، میرے بڑے بھائی مولنا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی کے مطالعہ میں بھی یہ نسخہ رہا ہے، موصوف نے موضح القرآن سے بیش بہا فوائد کا استخراج کیا۔ اس مطبع میں صحت کا جیسا کچھ اہتمام تھا اس کا اندازہ اس مطبع کے شائع شدہ ایک قرآن مجید کے خاتمۃ الطبع سے کیا جا سکتا ہے۔ جو محمد مصطفٰی خاں کے انتقال کے بعد شائع ہوا تھا۔ اس میں چونکہ ان کی وفات کا ذکر بھی آگیا ہے اس لئے اس خاتمہ کی جس پر مولانا عبدالحلیم شرر اور سید سلیمان ندوی نے کچھ نہیں لکھا ہے اس سے اس کی افادیت اور بڑھ گئی ہے یہ خاتمۃ الطبع چونکہ محمد مصطفٰی خاں کے چھوٹے بھائی مولوی محمد عبدالرحمٰن خان شاکر مالک مطبع نظامی کانپور کے بیان پر مشتمل ہے ہر لحاظ سے معتبر اور مفید ہے وہ خاتمۃ الطبع یہ ہے۔

اس مطبع کی یہ خصوصیت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس مطبع کی ہر کتاب خط نستعلیق

اور نسخ کی بہترین شاہکار ہوتی ہے اور ہر کتاب کی لوح سرورق، اور کتاب کا آخری صفحہ اکثر اس دور کی گلکاری اور آرٹ کا نہایت عمدہ نمونہ ہوتا ہے جسے دیکھ کر آج بھی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔

۲۳ و ۲۴ ۔ یہ وہ القاب ہیں جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے ایک مکتوب میں ان بزرگوں کے لئے استعمال کئے ہیں۔ اس موقعہ پر شاہ عبدالقادرؒ کا نام سہو قلم ہے جناب مولانا مہر لکھتے ہیں مخزن (احمدی) میں شاہ عبدالعزیز کی جگہ شاہ عبدالقادر کا نام مرقوم ہے جسے مصنف یا ناقل کی لغزش قلم سمجھنا چاہیئے، (شاہ عبدالقادر ۲۲ رجمادی الثانی ۱۲۲۸ھ (۲۲ رجون ۱۸۱۳ء) کو فوت ہو چکے تھے۔ مولانا سید عبدالحی لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں اور مولانا ابوالحسن علی ندوی نے سیرت سید احمد شہید میں ان کا سال وفات ۱۲۳۳ھ لکھا ہے) جب کہ سید صاحب امیر خاں کے لشکر میں تھے، ملاحظہ ہو سید احمد شہید کتاب منزل لاہور ص ۱۱۷

۲۵ ملاحظہ ہو مخزن احمدی، مطبع مفید عام اکبرآباد ۱۲۹۹ھ ص ۳۴ و ۳۵ یہ کتاب سید شہید کی سوانح عمری میں بنیادی حیثیت کی حامل ہے، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی "سیرت سید احمد شہیدؒ" طبع سوم لکھنؤ ۱۳۶۸ھ ص ۸ میں رقمطراز ہیں، سید صاحبؒ کے بڑے بھانجے مولوی سید محمد علی کی تصنیف اور سید صاحب کے ابتدائی حالات میں (حج سے واپسی تک) سب سے بڑا ماخذ ہے۔ مولوی صاحب مرحوم سید صاحب سے عمر میں بڑے، اکثر واقعات کے چشم دید گواہ اور رفیق سفر تھے، نواب محمد علی کے عہد میں یہ کتاب لکھی گئی اب نایاب ہے۔ مولانا غلام رسول مہر کا بیان ہے۔

مخزن احمدی یہ کتاب سید صاحب کے بڑے بھانجے سید محمد علی نے مرتب کی تھی اور اس میں سید صاحب کی پیدائش سے لے کر راہ ہجرت میں قدم رکھنے تک حالات جمع کر دیئے تھے سید محمد علی صاحب سید صاحب سے عمر میں بڑے تھے اور ہجرت سے پیشتر کی زندگی ان کے سامنے گذری تھی۔ لیکن تفصیلات کے طلب گار کو یہ کتاب دیکھ کر مایوسی ہوگی اس لئے کہ یہ حالات کا ایک سرسری مرقع ہے ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵ء میں مکمل ہوئی حضرت مولف خود فرماتے ہیں۔

گر بجوید سال تحریرش کسے از نو کرداشت   چشم دارد بر ہزار و دو صد و ہشتاد و ثلث

اس کا ایک قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے اور حضرات کے پاس بھی اس کی نقلوں کا علم ہوا ۱۲۹۹ھ ۱۸۸۲ء میں نواب محمد علی خاں مرحوم نے مطبع مفید عام آگرہ میں چھپوا بھی دیا تھا۔ مطبوعہ آج کل

الرحیم حیدرآباد ۸۱۱ اپریل ۱۹۶۶ء

بہت کمیاب ہے میرے پاس موجود ہے۔ ضخامت ایک سو بیس صفحے، کاغذ اتنا ناقص ہے کہ ورق گردانی میں خاص احتیاط سے بھی کام لیا جائے تو ورق پھٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے، تصحیح کا بھی چنداں اہتمام نہ کیا گیا۔ (سید احمد شہیدؒ کتاب منزل لاہور ص ۱۶، ۱۷)

اور جماعت مجاہدین (کتاب منزل لاہور ۱۹۵۵ء ص ۱۳۴) میں مہر صاحب اس کی نسبت فرماتے ہیں "اسی زمانے (زمانہ قیام ٹونک) میں مخزن احمدی لکھی جو سید صاحب کے ابتدائی حالات کے متعلق واحد مستند ذریعۂ معلومات ہے"

اس کتاب کا ایک مطبوعہ نسخہ راقم السطور کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔

۲۶-۲۷۔ ملاحظہ ہو تواریخ عجیب موسوم بہ سوانح احمدی مطبع فاروقی دہلی ۱۳۰۷ھ ص ۲۰

۲۸۔ واضح رہے اس تقریر کی زبان میں پوربی اور بہاری طرز ادا کی جو جھلک نظر آ رہی ہے وہ مولانا کرامت علی جونپوریؒ کے انداز بیان کا اثر ہے ورنہ دلی اور اس کے اطراف کی زبان کا یہ طرز ادا نہیں ہے۔

۲۹-۳۰۔ ملاحظہ ہو نور علی نور، مطبع اعظم المطابع جونپور ۱۳۲۵ھ ص ۶۸ تا ۷۳

۳۱۔ موصوف نے یہ رسالہ پندرہ برس کی عمر میں لکھا تھا، محمد حسین آزاد آبحیات طبع لاہور ۱۹۵۰ء ص ۱۸۴ میں لکھتے ہیں تصنیف کا شوق ان کی طبیعت میں خداداد تھا۔ چنانچہ اول پندرہ برس کی عمر میں بحالت اعتکاف رسالہ اسرار الصلوٰۃ لکھا یہ فارسی زبان میں چوبیس صفحات کا مختصر رسالہ ہے جو سید نورالحسن بن نواب صدیق حسن خاں کی فرمائش سے رسالہ مبداء و معاد تالیف حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوا تھا رسالہ مذکور پر سن طباعت درج نہیں ہے۔ یہ رسالہ بھی راقم السطور کے پاس موجود ہے۔

۳۲۔ مقالات طریقت معروف بہ فضائل عزیزیہ مطبع متین کرمان حیدرآباد دکن ۱۲۹۲ھ ص ۲۱۸ و ۲۱۹

۳۳۔ حسن العزیز طبع دوم مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون، یوپی بھارت، ج۔ ۴ ص ۱۲۶

۳۴۔ انوار العارفین از حافظ محمد حسین مرادآبادی، طبع نولکشور لکھنؤ ۱۸۷۶ء ص ۵۹۵

۳۵۔ سید احمد شہید نے نماز کے طریقہ اور مسائل پر خود بھی رسالہ لکھا اور اپنے رفقا اور مریدوں سے دین کے ضروری مسائل کو نظم بھی کرایا ہے۔ چنانچہ مولانا مہر صاحب سید احمد شہید طبع لاہور

ج-۲ ص ۱۲۱ و ۴۲۲) میں لکھتے ہیں۔ قاضی علاؤالدین بگھروی مولانا عبدالحیؒ کے شاگرد تھے، وہ شعر بھی کہتے تھے۔ سید صاحب نے ان سے فرمایا کہ ضروری دینی مسائل اور سلیس اردو میں نظم کر دیجئے تاکہ لوگ آسانی سے یاد کر لیا کریں۔ انہوں نے یہ کام شروع کر دیا لیکن تکمیل سے پہلے شہید ہو گئے۔ قاضی صاحب نے جو نظم شروع کی تھی اس کے ابتدائی اشعار یہ تھے ؎

کروں حمد اس ذات بے عیب کی — غنی و حمید عالم الغیب کی

جو محتاج ہرگز کسی کا نہیں — اسی کے ہیں محتاج سب کہیں

راقم السطور نے حقیقۃ الصلوٰۃ کی لسانی خصوصیات پر تفسیر سورۂ فاتحہ کے آغاز میں بحث کی ہے۔ دیکھئے الرحیم ستمبر ۱۹۶۵ء ص ۲۶۷ تا ۲۷۰

تاویل الاحادیث (عربی)

شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی اس تصنیف کا ذکر اپنے رسالے الفوز الکبیر میں ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔ من العلوم الوھبیۃ فی علم التفسیر التی اشرنا الیھا تاویل قصص الانبیاء علیھم السلام۔ و للفقیر فی ھذا الفن رسالۃ مسماۃ بتاویل الاحادیث والمراد من التاویل: ھو أن یکون لکل قصۃ وقعت مبدأ من استعداد الرسول وقومہ ومن التدبیر الذی اراد اللہ سبحانہ وتعالیٰ فی ذلک الوقت" اس کتاب کی اہمیت اسی عبارت سے واضح ہوتی ہے۔

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے بڑی عرق ریزی سے اس کتاب کی تصحیح کی، اس پر حاشیے لکھے۔ اس میں مندرجہ احادیث کی تخریج کی اور اس کے شروع میں ان کا مبسوط مقدمہ ہے

شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدرآباد